عزاداریِ محرم کی روایت اور اس کے صوری پہلو

ڈاکٹر پشپا دلار☆

محرم اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ ہے۔ اسلام کی شیعہ شاخ میں محرم غم کے سلسلے کا سب سے اہم مہینہ ہے۔محرم کے مہینے کا پہلا دن اسلامی سال کا پہلا دن ہے۔ اس مہینے میں خصوصی طور پر شیعہ مسلمان معرکۂ کربلا کی یاد مناتے ہیں۔ اس یاد کا سلسلہ دس محرم کو اپنے عروج پر ہوتا ہے جسے عاشورہ محرم بھی کہا جاتا ہے۔ اصل میں (عرب کی پرانی تہذیب میں بھی) محرم میں جنگ کرنا منع تھا۔ 'محرم' لفظ 'حرام' سے بنا ہے جس کے کئی معنوں میں سے ایک معنی منع کرنے کے ہیں۔ اس مہینے کو اور مہینوں کے مقابلے میں سب سے محترم مانا جاتا تھا۔ یہ مہینہ شیعوں کے لیے اب بھی بہت محترم و مقدس ہے..... کیونکہ اس میں امام حسینؑ کی شہادت ہوئی تھی۔ شیعہ رسولؐ اسلام کے نواسے امام حسینؑ کی، یزید کی فوجوں کے ہاتھوں شہادت کو غم کے ساتھ مناتے ہیں اور اس کا آخری نقطۂ عروج روز عاشورہ ہوتا ہے۔

سنہ ہجری کے پہلے مہینے میں عزادار یا سوگوار مرد عورت (الگ الگ) جمع ہوتے ہیں اور امام حسینؑ کی یاد تازہ کرنے کے پرسوز انداز میں نظم کے روپ میں ان کی شہادت کا حال پڑھتے ہیں اور ڈھول وغیرہ کی آوازوں کے ساتھ یا حسین کے نعرہ لگاتے ماتم کرتے اور روتے ہیں۔ کہیں کہیں جذباتی قسم کے ڈرامے بھی ہوتے ہیں جن میں کربلا کی جنگ کے منظر اور یزید کے سپاہیوں کے ہاتھوں حسینؑ کی شہادت کے منظر پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ وقت شیعوں کے لیے انتہائی غم انگیز ہوتا ہے اور یہ لوگ اس عرصے کو پورے سوز اور سوگ کے ساتھ گزارتے ہیں۔ بہت سے مرد عزادار حسینؑ سے اپنی عقیدت کے اظہار اور ان پر پڑی مصیبتوں کو یاد کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہوکر روایتی انداز میں ہاتھ سے سینے کا ماتم کرتے ہیں۔ ملک میں بہت سی جگہوں پر شیعہ لوہے کے بنے کسی ہتھیار سے اپنے جسموں کو زخمی بھی کر لیتے ہیں۔

☆ جے پور، راجستھان

لوگ دس محرم کو شہادتِ حسینؑ کی یاد کے دن کے طور پر مناتے ہیں۔ حق کے لیے اپنی جان قربان کر دینا یقیناً آخری قربانی ہے اور قربانی کی آخری حد ہونے کی وجہ سے اس کو اتنا ہی احترام اور اعلیٰ درجہ حاصل ہے۔ اللہ نے ایک آیت میں شہیدوں کو زندہ کہا ہے۔'' جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انھیں مردہ نہ کہو، نہیں! وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کی طرف سے رزق پاتے ہیں''۔ (آل عمران ۱۶۹)

حقیقت میں محرم صرف دس دن غم منانے کا نام نہیں ہے۔ اس کا تعلق حسینؑ کے گہرے فلسفے سے ہے۔ مجلسوں میں مرثیہ خوانی اور عزاداری کا حقیقی مقصد صرف مسلمان ہونے کے دعوے یا اپنے آپ کو برائے نام حسینؑ سے وابستہ کرنے کا ہی نام نہیں ہے۔ اسلام اور حسینؑ سے رشتے کو زندگی کے ہر شعبے اور عمل سے ظاہر ہونا چاہیے۔

ماتم یا عزاداری سب سے پہلے سیدہ زینب ابن علی ابن ابی طالب نے اپنے بھائی امام حسینؑ، کے خاندان نبوت کے دوسرے بہت سے لوگوں اور صحابیوں کو بھوکا پیاسا کربلا میں شہید کر دینے کے غم میں شروع کی تھی۔ عمر سعد نے پیغمبر محمدؐ کے خاندان پر پانی بند کرنے کے لیے بیس ہزار فوج لگائی تھی۔ ان فوجیوں میں بھی رسولؐ کے صحابی موجود تھے، بعض حافظِ قران بھی تھے اور راتیں عبادت میں گزارتے تھے۔ پیغمبرؐ نے حسینؑ کے بارے میں کہا تھا' جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور دوسری حدیثوں کے علاوہ پیغمبرؐ کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔' افسوس ہے کہ مسلم امت نے تمام حقیقتوں اور اقوال کو بھلا کر رسول کی بیٹی فاطمہ پر ظلم اور زیادتیاں کیں۔ اسی طرح اُنھوں نے علی ابنِ ابی طالب پر زیادتیاں کیں جن کے لیے رسول نے کہا تھا،'' اے علی میں اور تم موسیٰ اور ہارون کی طرح ہیں (صرف میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) ان کے لیے یہ بھی کہا تھا کہ'' میں علم کا شہر ہوں، علی اس کا دروازہ ہیں، جو اس کائنات کے بارے میں کچھ جاننا چاہے پہلے علی سے پوچھے پھر میرے پاس آئے۔''

دلیر خاتون زینب بنت علی ابنِ ابی طالب نے رسولؐ کے دفن سے پہلے ہی فاطمہ کو جو اذیتیں دی گئیں انھیں دیکھا تھا۔ اور اب انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں کربلا کی جنگ کے بعد رسولؐ کے خاندان کی عورتوں اور بچوں کی اذیتیں دیکھ رہی تھیں، انھوں نے کربلا میں رسول کے خاندان کے تمام جوانوں کو کربلا کے میدان میں قتل کیے جانے میں یزید کے کردار کو بھی دیکھا تھا۔ انہی دلیر زینب نے کربلا کے واقعہ کے بعد ایک بڑے ہال کی مانگ کی جس میں عورتیں اور بچے بیٹھ کر اپنے مقتول

عزیزوں کا دل کھول کے ماتم اور گریہ و بکا کرسکیں۔ ماتم یا عزاداری کی ابتداء اُسی دن سے ہوئی۔ شیعہ، جو علی ابنِ ابی طالب کے معتقد ہیں اپنے رنج و غم کے جذبات کا اظہار ماتم اور عزاداری سے کرتے ہیں۔ شیعہ رسول کی نواسی کے اس عمل کی پیروی کرتے ہوئے اپنے رنج و غم کا مظاہرہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام امت مسلمہ تاریخ کو سمجھے اور انتشار کو چھوڑ کر متحد ہو جائے۔

اس شہادت عظیم کا حقیقی مقصد یہی تھا کہ ہر شخص میں جذبہ پیدا ہو کہ وہ صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنی ہر چیز خوشی سے اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کو تیار رہے۔

''یقیناً حسینؑ ایک مینارۂ نور ہیں اور حفاظت کی کشتی''

''یقیناً حسینؑ سے عقیدت و محبت ان لوگوں کے دلوں کو زندہ رکھتی ہے جو امام کی پیروی کرتے ہیں''۔

اس طرح ہر زندہ شخص غم کرتا ہے اور ہر شخص عزاداری کرتا ہے۔

محرم کے جلوس اور عزاداری کی روایت بھی اسی فلسفے سے تعلق رکھتی ہے، مجلس، مرثیہ اور تعزیے کے جلوس سب روایات سے تعلق رکھتے ہیں۔

تعزیہ، عربی لفظ ہے اور اس کے معنی رنج و غم اور ہمدردی کے اظہار (تعزیت) کے ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں اونچے اور عظیم الشان ڈھانچے (عمارت کے نمونے) بنا کر عظیم شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ تعزیہ داری، یعنی تعزیہ بنانے، سجانے اور ان کے ذریعہ اظہارِ غم کرنے کا طریقہ اس برِصغیر کا خالص دیسی انداز ہے۔

گنبد اور تعزیے کی ابتداء غالباً لکھنؤ سے ہوئی۔ خیال یہی کیا جاتا ہے کہ اس کا چلن آصف الدولہ کے دور سے شروع ہوا اور پھلا پھولا۔ کسی دکان دار نے بانس اور کاغذ سے ایک تعزیہ بنایا۔ اس دکان دار کی موت کے بعد میر باقر نے وہاں ایک امام باڑہ بنوادیا۔ وقت کے ساتھ یہ روایت پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔

شاہد علی نقوی کی جلدی ہی منظرِ عام پر آنے والی تحقیق کے مطابق دہلی میں پہلا تعزیہ تیمور لے کر آیا۔ وہ ہر سال اپنی فوج کے ساتھ کربلا جایا کرتا تھا۔ اس سال جب وہ ہندوستان میں تھا یہ لوگ کربلا نہ جاسکے۔ سپاہی بے چین تھے۔ اس لیے تیمور نے انھیں کربلا کی درگاہ کا ایک نمونہ دیا جو خاکِ شفا یعنی کربلا کی مٹی سے بنایا گیا تھا۔ اس کے سپاہیوں نے اسے دہلی کی سڑکوں پر گشت دی۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں کے مقامی لوگوں نے تیمور کے جانے کے بعد اس نمونے/تعزیے کو یہیں چھوڑنے کی

درخواست کی جو اس نے منظور کر لی۔ بعد میں یہاں کے مقامی لوگوں نے تعزیے کے بنانے میں اور چیزیں بھی استعمال کرنا شروع کر دیں۔

تعزیوں کا ابتدائی خاکہ اور ان کی اونچائی وغیرہ کو اندازاً طے کیا جاتا ہے۔ بہرحال ان کا کربلا کی عمارت سے مشابہ ہونا ضروری ہے اور اسے سونے کے رنگ کے ایک بڑے گنبد اور کم سے کم ایک جوڑ مینار سے مکمل کیا جانا چاہیے۔ یہ دونوں چیزیں اسلامی طرز تعمیر کی علامت ہیں۔

تعزیے کی بنیاد عام طور پر مربع یا مستطیل ہوتی ہے، ڈھانچہ لکڑی سے بنایا جاتا ہے اور اگر ضرورت پڑے تو لوہے کے ذریعے بھی مضبوطی پیدا کی جاسکتی ہے۔ سامنے والے حصے میں بیچ میں ایک محرابی دروازہ ہوتا ہے۔ اس کے دائیں طرف ایک مزار کی چھوٹی سی شبیہ ہوتی ہے، جو اس مقام کی علامت ہے جہاں امام حسینؑ کی شہادت ہوئی تھی۔ اس کا ایک اور جزو اندر کے طاقچوں کا ہوتا ہے جسے کاریگر 'محراب' کہتے ہیں۔ محراب ایک طاق نما دروازہ (alcove) ہوتی ہے جسے مکہ میں نماز کی سمت معلوم کرنے کی غرض سے بنایا جاتا ہے۔

اندرونی حصہ ایک خالی کمرہ سا ہوتا ہے جسے کارڈ، کاغذ وغیرہ کی پٹیوں سے بنے ایک جال سے گھیرا جاتا ہے۔ سجاوٹ، نقش و نگار پھول پتیوں اور جیومیٹری پر مبنی خطوط وغیرہ سے کی جاتی ہے، کبھی کبھی خطاطی کو بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔

تعزیہ عام طور پر ملے جلے رنگوں کا ہوتا ہے جن میں شوخ قرمزی، نیلگوں، فیروزی، سرخ، ہرا، چاندی اور سونے کا رنگ شامل ہوتے ہیں۔ عام طور پر کھلے کھلے رنگ تعزیے کے لیے زیادہ پسند کیے جاتے ہیں۔ سامنے کا حصہ کاغذ وغیرہ سے بہت زیادہ سجا ہوتا ہے۔ بیرونی آرائش کاغذ، پتنگ کے کاغذ، کارڈ بورڈ (گتا)، چمکدار کاغذ یا پنی وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی ہاتھ کی بنی کعبے یا مسجد نبوی کی تصویریں بھی مقامی پسند کے خیال سے لگا دی جاتی ہیں۔

ممکن ہے کوئی اس پر حیرت کرے کہ تعزیہ (غم اور اظہار ہمدردی، سوگ کی علامت) اور اس کی چمک دمک دونوں ایک ساتھ کیسے؟ اصل میں یہ کاریگروں کی پسند کے معیار کو ظاہر کرتا ہے۔ ہمارے ہاں سجاوٹ کو اس وقت تک مکمل ہی نہیں سمجھا جاتا جب تک اس میں سونے یا چاندی کا جزو شامل نہ کیا جائے۔ یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے کہ ۱۴۰۰ سال پرانی تاریخ کے ایک دردناک المیے کی یاد میں اتنا سجا سجایا ڈھانچہ بنایا جائے، ممکن ہے اس کے پیچھے تصور یہ ہو کہ امام حسینؑ کے مزار کو

خوبصورت اور آراستہ دکھایا جانا چاہیے۔ ایسے ہی جیسے ہم کسی قبر پر پھول یا گلدستے رکھتے ہیں۔

اسلامی طرز تعمیر میں قبروں پر مقبرے تعمیر کروانا بہت بعد کی چیز ہے۔ ہمارے برصغیر میں قبروں کو سجانے کی طرف مغل دور میں توجہ شروع ہوئی۔

۱۰ محرم کی رات کو یہ زرق برق شکلیں سمندر میں بہادی جاتی ہیں۔ اس کو ٹھنڈا کرنا کہتے ہیں۔ راجستھان میں کچھ تعزیے خالص سونے اور چاندی کے ہیں جن میں قیمتی پتھر جڑے ہوئے ہیں۔ تعزیوں کے بنانے میں عام طور پر چمکدار فیتے، گوٹا، جھالر، چمکیلے کاغذ وغیرہ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

نوٹ: اس کے بعد مقالہ نگار نے بہت سی تصویریں شامل کی ہیں اور مقالہ پیش کرتے وقت ان تصویروں کو اسکرین پر دکھایا اور آرٹ کے نقطۂ نظر سے سمجھایا بھی تھا۔